© rasailojaraid.com

وملزوم اور عہد کی خلاف ورزی کو منافقین کی علامت قرار دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیشہ اپنے خطبوں میں عہد کی پاسداری کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے تھے ''لا ایمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له'' جس کے پاس امانت داری نہ ہو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں اور جس کے پاس عہد کی پابندی نہ ہو اس کے دین کا اعتبار نہیں۔ [أخرجه احمد بسند صحيح ۳/ ۱۳۵، صحيح الجامع برقم ۷۵۳۶]

فائدہ نمبر ۷۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے عہد پورا کرنے والوں کو جزا بھی پوری دینے کا وعدہ فرمایا۔ اللہ کی وفا اور بندے کی وفا کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر کم از کم دس گنا ثواب دیتا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں '' إذا تقرب العبد إليّ شبرا تقربت إليه ذراعا وإذا تقرب مني ذراعا تقربت منه باعا وإذا أتاني ماشيا أتيته هرولة'' [بخاری برقم ۷۵۳۶]

فائدہ نمبر ۸۔ آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اللہ سے ڈرنا عبادت اور دینداری ہے اسی لیے اللہ نے اس میں اخلاص پیدا کرنے کا حکم دیا۔ خوف کی ایک اور قسم طبعی خوف ہے، جیسا کہ انسان دشمن اور موذی جانور وغیرہ سے ڈرتا ہے۔ یہ خوف توحید کے منافی نہیں، اس طرح کا خوف انبیاء بھی محسوس کرتے تھے۔ جب مہمان (فرشتے) حضرت ابراہیم کا کھانا نہیں کھا رہے تھے تو ان سے ڈرنے لگے۔ ﴿أوجس منهم خيفة﴾ [ھود ۷۰] جب حضرت موسیٰ نے جادوگری دیکھی تو شروع میں ڈرنے لگے۔ یہ خوف منافی توحید نہیں، لیکن اللہ کے مقابلے میں کسی اور طاقت سے ڈرنا شرکیہ خوف ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ﴿إنما ذلكم الشيطان يخوّف أولياء ه فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين﴾ [آل عمران ۱۷۵، ابن العثیمین]

فائدہ نمبر ۹۔ اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سمجھانے کے لیے ترغیب اور ترھیب دونوں اسلوب اختیار کیے۔ پہلے انہیں پیار سے اور نعمتوں کو یاد دلا کر اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلائی۔ اسلام قبول کرنے کی صورت میں انہیں پوری پوری جزاء کی بھی خوشخبری سنائی۔ بصورت دیگر اللہ کے عذاب وعقاب سے انہیں ڈرایا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایمان نہ لانے کی صورت میں تم ڈرتے رہو کہ کہیں مسخ وغیرہ کی صورت میں کسی عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ گویا کہ اللہ نے ایک ہی آیت میں اسلوب ترغیب وترھیب دونوں کو یکجا فرمایا۔ [تفسير الطبري، ابن كثير، التفسير الصحيح] واللہ اعلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

درسِ حدیث قسط:(2)

دورانِ باران اکٹھی نمازیں

عبدالوھاب خان

عن نافع بن جبیرؒ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :" أمّني جبريل عليه السلام عند البيت مرتين فصلى بي الظهر حين زالت الشمس وكانت قدر الشراك وصلى بي العصر حين كان ظلّه مثلَه وصلى بي المغرب حين أفطر الصائم وصلى بي العشاء حين غاب الشفق وصلى بي الفجر حين حرم الطعام والشراب على الصائم ، فلما كان الغد صلى بي الظهر حين كان ظله مثله وصلى بي العصر حين كان ظله مثليه وصلى بي المغرب حين أفطر الصائم وصلى بي العشاء إلى ثلث الليل وصلى بي الفجر فأسفر، ثم التفت إليّ فقال:" يا محمد هذا وقت الأنبياء من قبلك والوقت ما بين هذين الوقتين."

تخریج :" أبوداؤد ، الصلاة ، باب ٢ في المواقيت ١/ ٢٧٤-٢٧٨ ح ٣٩٣ واللفظ له ، الترمذي، أول كتاب الصلاة ح١٤٩ ، أحمد ١/ ٣٣٣ ، ٣٥٤، الحاكم ١/١٩٣، البيهقي ١/٣٦٤، الشافعي ، ابن خزيمة، الدار قطني ح٩٦، عبد الرزاق، التمهيد ٨/ ٢٥ -٢٧ ، ابن حبان، الطحاوي ١/٨٧"

حکم الحدیث: ترمذی : حسن صحیح، بعض نسخوں میں " حسن " ہے۔

امام حاکمؒ، الذھبیؒ، نوویؒ، ابوبکر ابن العربیؒ: صحیح [عارضة الأحوذي ١/ ٢٥٠ -٢٥١ كما في الترمذي ١/ ٢٨٠، المستدرك ١/١٩٣، المجموع ٣/٢٣، نصب الراية ١/٢٢١، تلخيص ص٦٤] ابن عبدالبر: اس پر بلاوجہ کلام کیا گیا ہے، جبکہ اس کے سارے راوی مشہور اہل علم ہیں۔ [التمهيد 8/ 32] البانیؒ: صحيح بالمتابعة [إرواء ١/ ٢٦٨]

شواهد : {1} حديث أبي مسعود الأنصاري رضی اللہ عنہ: سمعت رسول الله ﷺ يقول :" نزل جبريل فأخبرني بوقت الصلاة ......" [بخاري المواقيت باب ١ ح ٥٢١ ، بدء الخلق باب ٦ ح ٣٢٢١ ، مسلم المساجد ٥/ ١٠٧-١٠٨ ح ١٦٧ ، أبو داود الصلاة ح ٣٩٤]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

{2} حديث جابر رضی اللہ عنہ قال ﷺ: " أمني جبريل ...... مابين هاتين الصلاتين وقت " [الترمذى الصلاة ح ١٥٠ وقال حسن صحيح غريب ، النسائى باب آخر الوقت العصر ٥/ ٢٥٥ ، اول وقت العشاء ٥/ ٢٦٣]

{3} حديث أبي هريرة رضی اللہ عنہ قال ﷺ "هذا جبريل جاء كم يعلمكم دينكم فصلى الصبح ...... الصلاة ما بين صلا تك أمس وصلا تك اليوم۔" [النسائى المواقيت باب ٣٠ آخر وقت الظهر ١/ ٢٤٩]

{4} حديث أبي سعيد رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ: أمني جبريل في الصلاة ......الصلاة فيما بين هذين الوقتين." [التمهيد 8/32] ابن عبدالبرؒ: امامت جبریل کی احادیث صحیح ہیں۔ [التمهيد 8/28]

مرسل صحابی:

اُس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہ چھوٹا بچہ تھا۔ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ابوھریرہ یمنی رضی اللہ عنہ نے بھی وہ زمانہ نہیں پایا ہے۔ اِس لیے ابوالحسن ابن القطانؒ نے حدیث جابر کو "مرسل صحابی" کہہ کر رد کیا ہے۔ [النكت ٢/٥٧١]

ابن الصلاح: ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کم سن صحابہ کی غیر سماعی روایات مرسل صحابی کہلاتی ہیں اور یہ موصول ومسند کے حکم میں ہیں، کیونکہ ان کی روایات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہیں۔ [علوم الحديث النوع التاسع ص ٥١ ،النكت ٢ / ٥٤١ ، ضوابط الجرح و التعديل ص١٢٨] مرسل صحابی کی حجیت پر بعض محدثین نے اجماع کا دعوی کیا ہے۔ [التقييد والإيضاح ص ٨٠] بہر حال مرسل صحابی اکثر محدثین کے نزدیک حجت ہے اور یہی حق ہے۔ [النكت ٢/٥٧١]

مزید برآں زیر درس احادیث مشاہداتی نہیں، قولی اور سماعی ہیں۔ خصوصاً ابومسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ سے ہی سماعت کی صراحت ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر کسی بھی پہلو سے اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

پابندیِ وقت فریضۂ مؤکدہ

اسراء ومعراج میں پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ [بخاری الصلاة باب ١ ح ٤٣٩، أحاديث الانبياء باب ٥ ح٣٣٤٢، مسلم الايمان باب الا سراء ح ٢٦٣ ، عن أبي ذر رضی اللہ عنہ ٢/ ٢١٧ ـ ٢٢٢] ابن عبدالبرؒ، نوویؒ: علماء ومؤرخین کا اجماع ہے کہ نماز مکہ میں معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔ [التمهيد 8/33، المنهاج ٢/ ٢١٠]

حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے اوقات کی تعیین اسراء ومعراج میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کے فوراً بعد واقع ہوئی۔ [التمهيد 8/24، والمغازى لابن اسحاق]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر مدینے میں اوقات نماز کا سوال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے پہلے روز اول' دوسرے روز آخر وقت میں نماز پڑھا کر دکھائی۔جس میں عصر سورج زرد ہونے سے قبل اور مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھائی۔[مسلم المساجد ح٧٦-٧٩ عن أبی موسیٰ ﷺ ٥/١١٤-١١٦] فرق ہونے کی صورت میں بعد والی حدیث قابل عمل ہوتی ہے۔

﴿إن الصلوٰة كانت على المؤمنين كتٰبًا موقوتًا ۞﴾[النساء ١٠٣]

﴿فخلف من بعدهم خلف أضاعوا الصلوٰة﴾[مریم:٥٩] عبداللہ بن مسعود ﷺ،مسروق بن الاجدع، القاسم بن مخیمرۃ اور عمر بن عبدالعزیز رحمهم الله: ضیاع سے مراد اوقات کی پابندی نہ کرنا ہے۔[تفسير القرآن العظيم ٣/١٠٣]

الشوکانیؒ: جمہور:''مقررہ وقت سے تاخیر کی۔'' دوسرا قول:''وقت کے بغیر پڑھی۔'' تیسرا:''فرضیت کا انکار کیا۔'' ظاہر ہے کہ جس نے نماز دیر سے پڑھی یا کوئی فرض،شرط یا رکن ترک کیا' اس نے بھی نماز ضائع کردی۔[فتح القدير ٣ / ٣٢٩]

حافظ صلاح الدین یوسف: ''بلا عذر شرعی اکٹھی کر کے پڑھنا بھی' نماز کو ضائع کرنے کی ایک صورت ہے۔[تفسیر مجمع ملك فهد، سورة مريم آية:٥٩ صفحه:٨٤٥]

شیخ الاسلامؒ: خندق میں بر سر پیکار رہ کر عصر کی نماز مغرب کے بعد پڑھی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿حفظوا على الصلوات والصلوٰة الوسطىٰ وقوموا لله قانتين ۞﴾[البقرة٢٣٨] جمہور کے نزدیک یہ تاخیر اس آیت سے منسوخ ہوئی۔پس حالت جنگ میں بھی تاخیر کی اجازت نہیں ہے۔[الفتاوىٰ ٢٢/ ٢٨ ـ ٢٩]

ابن کثیرؒ: اس آیت میں اوقات نماز کی پابندی کا حکم ہے۔[تفسير القرآن العظيم ١/ ٣٩٠]

پابندی وقت کی فرضیت کے پیش نظر مسافر کے لیے بھی جمع حقیقی میں اختلاف ہے۔ بخاریؒ و مسلمؒ میں جمع تقدیم ثابت نہیں۔امام ابوداؤد، ترمذی، ابوحاتم اور ابن حزم نے جمع تقدیم کی حدیث کو شاذ، معلول، ضعیف، منکر کہا ہے، حتی کہ حاکمؒ نے موضوع تک کہا ہے۔[الترمذی،عون المعبود ١/ ٤٧٢، التلخيص الحبير، علل الحديث لابن ابی حاتم ح٢٤٥، علل الحديث للحاكم ح ١٢٠، سبل السلام ٢/ ٤٤]

شیخ الاسلامؒ، ابن القیمؒ اور عبدالقادر شیبۃ الحمدؒ نے جمع حقیقی کو سفر میں حاجت و مشقت کے ساتھ خاص قرار دیا ہے۔ [الفتاوىٰ ٢٤/ ٢٨، ٦٤، سبل السلام ٢/ ٤٤، فقه الإسلام شرح بلوغ المرام ٢/ ١٥١]

امام ابن حبانؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، الصنعانیؒ، احمد شاکرؒ اور البانیؒ نے جمع تقدیم کی حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

[دیکھیے: التراث ٣١/ ١١-١٥] اور یہی راجح ہے۔ والله أعلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امیر المؤمنین عمر فاروق ﷛[ت ٢٤هـ]: بلاعذر دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔[الفتاوی ٢٢/ ٤٢٧]

امام بیہقیؒ: کسی کے لیے جائز نہیں کہ حالت قیام میں اسی معین وقت کے علاوہ نماز پڑھنے کا قصد کرے، اگرچہ بارش ہو رہی ہو......اور ہر نماز اپنے اپنے معین وقت کے بغیر ادا نہیں ہوتی......[معرفة السنن والآثار ح ١٦٩]

الخطابیؒ[٣٨٨هـ]: بلاعذر دو نمازوں کو جمع نہیں کیا جاتا۔[أعلام الحديث فى شرح صحيح البخارى ١/ ٣٢٧]

ابن عبدالبرؒ [٤٦٣هـ]: علماء کا اجماع ہے کہ حالت قیام میں بلاعذر شرعی دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ سوائے ایک شاذ ٹولے کے۔ [التمهيد ١٢/ ٢١٠]

ابن رشدؒ[٥٩٥هـ]: اوقات ضرورت نو مسلم، مسافر، حائض، بیہوش اور بالغ کے لیے ہیں۔(یعنی ممطور کا ذکر نہیں کیا۔)
[بداية المجتهد، الصلاة، القسم الثانى من الفصل الاول ص ١٠١-١٠٤ مكتبة المعارف، ص ١٢٤-١٢٧ دار الكتب الاسلامية]

ابن تیمیہ الحرانی (عبدالسلام بن عبداللہ الحنبلیؒ ٦٥٢هـ): حدیث ابن عباس "صلى ثمانيا وسبعا" بارش، خوف اور مرض میں جمع پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن اجماع اور دلائل توقیت کی وجہ سے اس کے ظاہری لفظ سے اختلاف کیا گیا ہے۔[منتقى الأخبار مع نيل الأوطار ٢/ ٢٤٨]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ [٧٢٨هـ]: انسان کو حدث اصغر لاحق ہو یا اکبر، نجاست سے آلودہ ہو یا عریانی سے شرمندہ، کسی بھی عذر سے نماز کو وقت گزرنے تک دیر کرنا جائز نہیں، بلکہ ممکنہ حالت میں بروقت ادا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ نماز کا وقت مقرر پر ادا کرنا ہی فرض ہے۔" الوقت أوكد فرائض الصلاة "[الفتاوى ٢٢/ ٣٠]

ابن القیمؒ[٧٥١هـ]: اوقات نماز کی احادیث قول و عمل کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی وضاحت ہے۔ اور یہ احادیث محکم، صحیح اور صریح ہیں اور ان پر امت کا اجماع ہے۔[أعلام الموقعين عن رب العالمين ٢/ ٤٢٣]

ابن حجرؒ [٨٥٢هـ]: کسی بھی طریق سے جمع کا وقت مذکور نہیں، پس یا اسے مطلق جمع پر محمول کر کے اوقاتِ نماز سے بلا عذر باہر نکالیں یا جمع صوری پر محمول کر کے وقت کی پابندی کی جائے۔ پس جمع صوری پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔[فتح البارى ٢/ ٣٠]

الصنعانیؒ [١١٨٢هـ]: اکثر ائمہ دین کے نزدیک حالت قیام میں جمع کرنا جائز نہیں، کیونکہ احادیث میں نمازوں کے اوقات بالکل واضح ہیں اور نبی پاک ﷺ کا ان اوقات کی پابندی کرنا متواتر روایات سے ثابت ہے۔[سبل السلام ٢/ ٤٤]

الشوکانیؒ:[١٢٥٠هـ]، الشنقیطی: حدیث ابن عباس ﷛ کو جمع صوری پر محمول کرنا ضروری ہے۔[نيل الأوطار ٣/ ٢٤٨، اضواء البيان ١/ ٤٥٠] شوکانیؒ نے اس مسئلے میں "تشنيف السمع بإبطال أدلة الجمع" بھی تصنیف کی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جمع صوری پر اعتراضات اور ان کے جوابات

{1} خطابیؒ: جمع صوری ہر نماز کو بروقت پڑھنے سے زیادہ مشکل ہے، کیونکہ نماز کے اول وآخر اوقات خواص نہیں جانتے، عوام کیا جانیں! [نیل الأوطار۳/۲۴۷]

{2} شیخ الاسلامؒ: ظہر ومغرب کی نماز کے دوران آخری وقت پہچاننا علمی وعملی لحاظ سے انتہائی مشکل ہے، یہ دل کو نماز کی طرف دھیان کرنے ہی نہیں دیتا...... نماز کے دوران سائے کا ایک مثل ہونا کیسے پتہ چلے گا؟ غروب شفق معلوم کرنے کے لیے مغربی افق میں دیکھنا پڑے گا۔ جبکہ نماز میں اس طرح دیکھنا ہی منع ہے...... [مجموع الفتاویٰ ۲۴/ ۵۴۔ ۵۶]

جواب (1) نوابؒ : **اوقات نماز واضح ہیں، ہر دو آنکھوں والا انہیں آسانی سے پہچان سکتا ہے۔**[الروضة الندية ۱/ ٦٦]

ابر آلود موسم میں اسلاف کو دشواری ہوئی ہوگی، لیکن الحمد للہ اب گھڑیوں اور دائمی اوقات کی جنتریوں نے اس مسئلے کو حل کر دیا ہے۔

{3} ابن القیمؒ: حالت عذر میں دو نمازوں کی جمع تقدیم وتاخیر صحیح ، صریح اور محکم سنت ہے۔ پھر مسافر کے جمع کی مثال دی[اعلام الموقعین ۲/ ۴۲۲] جمع کی ساری احادیث جمع الوقت (جمع حقیقی) میں صریح ہیں، جمع الفعل (جمع صوری) میں نہیں۔ اور جمع الفعل تو ہر نماز کو الگ الگ ادا کرنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔[۲/ ۴۲۴]

{4} ابن حجرؒ: "**أراد أن لا يحرج أمته**" کی حکمت حدیث ابن عباسؓ کو جمع صوری پر محمول کرنے میں رکاوٹ ہے، کیونکہ اس کا اہتمام حرج سے خالی نہیں۔[الفتح ۲/ ۳۱]

ج:(2) **الصنعانیؒ: حرج ومشقت کا اعتراض غلط ہے، کیونکہ دو نمازوں کے لیے ایک تیاری، ایک بار مسجد جانا اور ایک وضو کافی ہوتا ہے، لہٰذا یہ ہر نماز کو اول وافضل وقت میں پڑھنے سے زیادہ آسان ہے۔**[**سبل السلام ۲/ ۴۴۔ ۴۵**]

ج:(3) شیخ الاسلامؒ نے خود جمع حقیقی کے ایسے ہی فوائد بیان کیے ہیں۔[الفتاویٰ ۲۵/ ۲۳۰، الحدیث ۳۲/ ۱۸]

نیز کہا: رسول اللہ ﷺ نے عرفات میں اول وقت میں جمع کیا، مزدلفہ اور بعض سفروں میں دوسری نماز کے وقت میں۔ "اور کبھی دونوں نمازوں کے درمیانی وقت میں جمع ہوتا" اور کبھی دونوں پہلی نماز کے آخری وقت میں اور کبھی دوسری کے اول وقت میں۔ یہ تمام جائز ہے۔ جمع تقدیم یا تاخیر میں نمازوں کا پے در پے ادا کرنا شرط نہیں ہے۔[الفتاویٰ ۲۴/ ۵۵۔ ۵۶]

ج:(4) "مشکل ترین" کا تصور پہلی نماز سے سلام پھیرتے ہی دوسری کا وقت داخل ہونے کی شرط پر واقع ہو سکتا ہے، جبکہ یہ شرط ہی ثابت نہیں، اور جمع تاخیر میں ثابت شدہ وقفے پر قیاس کر کے صوری میں بھی مناسب وقفہ کیا جا سکتا ہے۔

اسامہ بن زیدؓ: نبی ﷺ نے مزدلفہ میں نمازِ مغرب پڑھائی، پھر ہر شخص نے اپنا اپنا اونٹ قیامگاہ میں بٹھا دیا، پھر نمازِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عشاء پڑھائی۔[بخاری الحج باب ۹۵ الجمع بین الصلا تین بالمزدلفة ۶۱۰/۳، مسلم الحج ح۲۷۶ ۳۰/۸]

ج:(5) انس ﷺ: ''ہم سفر میں جب کہتے: سورج ڈھل گیا ہے یا نہیں، تو آپ ﷺ ظہر کی نماز پڑھا لیتے......''

[أبوداؤد الصلاة باب۲۷۳ المسافر یصلی وھو یشك فی الوقت ح۱۲۰۴] یعنی امام کی معرفت کافی ہے، بعض مقتدیوں کے شک کا کوئی اعتبار نہیں۔[عون المعبود ۴۶۷/۱]

{4} نوویؒ: جمع صوری کی تاویل ضعیف یا باطل ہے، خلافِ ظاہر ہے، لفظ حدیث اس کا محتمل ہی نہیں۔[۵/ ۲۱۸]

ج:(6) الصنعانیؒ: جمع تقدیم سخت خطرناک ہے۔ قبل از وقت نماز پڑھنے والا ایسا ہے: ﴿......وھم یحسبون أنھم یحسنون صنعا﴾[الکھف ۱۰۴] کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں، منطوق نہ مفہوم، عموم نہ خصوص۔[سبل السلام ۴۵/۲]

ج:(7) الشوکانیؒ: "جمع بین الظھر والعصر" کا لفظ اس کے وقت پر حاوی نہیں ہوتا، جیسے کہ مختصر المزني، الغایة، ان کی شروح ودیگر کتب اصول میں ہے۔ بلکہ اس کا مدلول اجتماعی کیفیت ہے جو جمع تقدیم، تأخیر اور صوری تینوں میں ہے۔ لیکن یہ لفظ ان تینوں یا دو پر مشتمل نہیں ہوسکتا، کیونکہ مثبت فعل اس کی اقسام میں عام نہیں ہوتا۔ پس جمع کی کوئی شکل بلا دلیل معین نہیں کی جاسکتی۔ جب جمع صوری کی دلیل ثابت ہوئی تو اسے اختیار کرنا واجب ہے۔[نیل الأوطار ۲۴۷/۳]

{5} بعض متأخرین کا گمان: جمع صوری نبی اکرم ﷺ اور ان کے معاصرین کی زبان پر وارد ہی نہیں ہوا ہے۔[نیل]

ج:(8) یہ گمان بھی مردود ہے۔ کیونکہ مستحاضہ کے لیے صریح ارشاد نبوی ہے:

(۱) حمنہ بنت جحشؓ: رسول اللہ ﷺ کو شدید استحاضہ کی خبر دے کر پوچھا تو فرمایا: روئی اور لنگوٹ وغیرہ کے ذریعے روک دو...... میں تجھے دو طریقے بتاتا ہوں...... وإن قویت علی أن تؤخری الظھر وتعجلی العصر فتغتسلین وتجمعین بین الصلاتین ...... وتؤخرین المغرب وتعجلین العشاء ثم تغتسلین وتجمعین بین الصلاتین فافعلی ...... وھذا أعجب الأمرین إلیّ ''[أبو داود طھارة ۱۹۹/۱، باب ۱۱۰ ح: ۲۸۷، الترمذی ح:۱۲۸ وقال حسن صحیح، ابن ماجه ح۶۲۲، أحمد ۶/ ۴۳۹، وحسنه الألبانی کما فی مسند أحمد ۴۵/ ۱۲۱ و إرواء الغلیل ۲۰۲/۱]

(۲) عائشہؓ: سہلہؓ بنت سہیل کو ہر نماز پر غسل مشکل ہوا تو: أمرھا ﷺ أن تجمع بین الظھر والعصر بغسل والمغرب والعشاء بغسل وتغتسل للصبح. [أبوداود باب ۱۱۲، ۲۰۷/۱ ح ۲۹۵ وصححه الالبانی]

(۳) اسماء بنت عمیسؓ: فاطمہ بنت ابی حبیشؓ سے بھی نبی ﷺ نے فرمایا:......وتتوضأ فیما بین ذلك یعنی غسل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر کے جمع کرنے اور درمیان میں وضوء بھی کرنے کا حکم دیا۔[ابو داود طھارة ۱/۲۰۷ باب ۱۱۲ ح ۲۹۶ وصححه الالبانی]

کیا بارش عذر شرعی ہے ؟

ارشادِالٰہی ہے:﴿ وأنزل من السمآء مآء فأخرج به من الثمرات رزقا لکم ﴾[البقرة ۲۲]﴿ ونزلنا من السمآء مآء مبارکا ﴾[ق ۹]﴿وجعلنا من المآء کل شئ حي ﴾[الأنبیاء ۳۰] ﴿وأن لو استقاموا علی الطریقة لأسقیناهم مآء غدقا ﴾[الجن ۱٦] حدیث قدسی ہے''...... فأما من قال : مطرنا بفضل الله ورحمته فذلک مؤمن بی ......''جس نے کہا: ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے۔[بخاری الأذان باب ۱۵٦، ح ۸٤٦، مسلم الإیمان ح۱۲۵عن زیدبن خالد مرفوعاً ۲/ ۵۹]

فرمان نبوی ہے:''حد یعمل فی الأرض خیر لأهل الأرض من أن یمطروا ثلاثین صباحا''''ایک شرعی حد کا نفاذ اہل دنیا کے لیے تیس صبحوں کی بارش سے بہتر ہے۔''[النسائی قطع السارق باب ٦ عن ابی هریرة۸/۷٦، ابن ماجه الحدود باب ۳، أحمد ۲/ ۳٦۲، ٤۰۲] رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر کی پہچان کے سلسلے میں فرمایا: وقد رأیتنی أسجد فی ماء وطین ''میں نے اپنے تئیں پانی اور گارے میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔''[بخاری الأذان ح٦٦۹،الاعتکاف باب ۱ ح۲۰۲۷، مسلم الصیام عن أبی سعید ح۲۱۳]

ان نصوص شرعیہ کی روشنی میں بارش، برف وغیرہ مخلوقات کے لیے رزق، زندگی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ پس صرف ''بارش'' کو شرعی عذر قرار دینا مناسب نہیں لگتا، جیسے کہ علماءِ شام وعراق کا نظریہ تھا۔

بارش ایک عذر شرعی :

﴿ ولاجناح علیکم إن کان بکم أذی من مطر أو کنتم مرضی أن تضعوا أسلحتکم وخذوا حذرکم ﴾[النساء ۱۰۲] ''اگر تمہیں بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار (یا زخمی) ہوں تو تم پر (دورانِ جہاد با جماعت نماز پڑھتے ہوئے) اسلحہ نیچے رکھ دینے میں کوئی ہرج نہیں، البتہ دفاعی سامان (ڈھال) اٹھائے رکھو۔''

معرکہ کارزار کے دوران نماز باجماعت کا حکم دیتے ہوئے رب ذوالجلال نے بارش کو عذر شمار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ دورانِ سفر بارش کو عذر شمار کر کے انفرادی نماز پڑھنے کی رعایت دیتے تھے[مسلم صلاة المسافرین ح: ۲۳۔۲٤،۵/ ۲۰۵]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لطیفہ: مناسب تھا کہ زیادہ بارش والے علاقوں میں بارش کو عذر شمار کیا جاتا اور کم بارش والے علاقوں میں ایسا نہ کیا جاتا، جیسے کہ عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے دور میں بارش کی وجہ سے جمع کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ''مدینہ کم بارش والی سرزمین ہے'' [مسند احمد ۲/ ۴۳۶] لیکن اموی دور کے گورنروں سمیت اہل مدینہ بارش کی رات جمع کرتے تھے۔ جبکہ بلادِ شام وغیرہ میں بکثرت بارش کے باوجود ہر نماز وقت پر ادا کی جاتی تھی۔ ''ہمت مردان.........''

بہر حال معاصر مسلمان بھی بارش سے مشقت محسوس کرتے ہیں، خصوصاً بلتستان جیسے سرد اور غربت زدہ علاقوں میں۔

کیا حالت قیام میں بارش عذر شرعی ہے؟

شیخ الاسلامؒ: اگر سفر، خوف اور بارش کے لیے جمع منقول نہ بھی ہوتا تب بھی ان سے کمتر اسباب کے لیے جمع کا ثبوت ان اسباب کے لیے جمع کی بالاولی دلیل ہوتی۔ امام احمدؒ نے بھی یہی استدلال کیا ہے۔ [الفتاوی ۲۴/ ۸۳،۷۶]

البانیؒ: ''**من غیر خوف ولا مطر**'' سے معلوم ہوا کہ دورانِ بارش جمع عہد نبوی میں معروف تھا، ورنہ جمع کی سبب کے طور پر بارش کی نفی کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ [إرواء الغلیل ۳/ ۴۰، التراث ۲۳/ ۱۳]

راقم کی نظر میں یہ استدلال درج ذیل وجوہ کی بنا پر حتمی نہیں ہے:

(۱) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث عمرو بن دینارؒ (ت ۱۲۶ھ)، ایوب السختیانیؒ (۱۳۱ھ)، حبیب بن ابی ثابتؒ (۱۱۹ھ)، ابو الشعثاء جابر بن زیدؒ (۹۳ھ) وغیرہ کو بیان فرمائی۔ ان تابعین کے زمانے میں بنی امیہ کے حکمران عموماً نمازوں میں تأخیر کرتے اور خصوصاً مدینہ کے گورنر بارش کے دوران جمع بھی کرتے تھے۔ ان حقائق کی روشنی میں حدیث ابن عباس کا یہ مفہوم بھی بعید نہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) مدینہ میں (بغیر سفر) جمع فرمائی، بغیر خوف (یعنی جنگ کے بغیر جس میں نماز کی صورت مختلف ہے [النساء ۱۰۲]) اور بغیر بارش کے (جسے **عیاش حکمرانوں نے جمع کا سبب بنالیا ہے**)۔'' واللہ أعلم

(۲) رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے...... ایک شخص نے عرض کیا:...... دعا فرمایئے کہ اللہ بارش نازل فرمائے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ''**اللھم اسقنا، اللھم اسقنا، اللھم اسقنا**......'' یکا یک ڈھال جتنا بادل اٹھا آسمان پر پھیلا اور بارش برسائی، پورا ہفتہ سورج نہ دیکھا (بارش جاری رہی)...... اگلے جمعے میں دوران خطبہ کسی نے عرض کیا: دعا فرمایئے کہ بارش تھم جائے...... [**البخاری** الاستسقاء باب ٦ ح: ۱۰۱۳، **مسلم** استسقاء ح: ۱۰ عن انس ۶/ ۱۹۱] پھر مدینے کے اردگرد بارش جاری رہی۔ [مسلم ح۱۲] وادی قناۃ ایک مہینہ تک بہتی رہی۔ [مسلم ح ۱۱ عن انس]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس پورے ہفتے میں ایک مرتبہ بھی نبی ﷺ سے "جمع بین الصلاتین" ثابت ہے، نہ "الصلاۃ فی الرحال" اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور اصحاب کرام ؓ حسب معمول نماز ادا فرماتے رہے۔ واللہ أعلم

بالفاظِ شیخ البانیؒ: اگر یہ حق ہوتا تو ضرور رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے، اور ایسا کرتے تو ضرور روایت کی جاتی۔ جب یہ منقول نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ (بقصد خشوع ننگے سر نماز) بدعت ہے۔ [تمام المنة ص: ۱٦٦]

کیا بارش کے دوران نمازوں کی جمع پر صحابہ ؓ وتابعینؒ کا اتفاق تھا؟

(۱) امام اللیث بن سعد المصریؒ (ت ۱۷۵ھ) نے امام دار الھجرۃ مالک بن انسؒ (ت ۱۷۹ھ) کو یہ خط لکھا:

"آپ کو میرا اعتراض معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان فوج بارش کی رات دو نمازوں کو اکٹھے ادا کرے۔ حالانکہ اللہ ہی جانتا ہے کہ شام کی بارش مدینے کی بارش سے کتنی زیادہ ہوتی ہے!

اس کے باوصف شام میں کسی بھی امام نے بارش کی رات جمع نہیں فرمائی۔ ان میں ابوعبیدۃ بن الجراح ؓ، خالد بن الولید ؓ، یزید بن ابی سفیان ؓ، عمرو بن العاص ؓ، معاذ بن جبل ؓ، شرحبیل بن حسنہ ؓ، ابوالدرداء ؓ اور بلال بن رباح ؓ شامل ہیں۔ ابوذر غفاری ؓ، الزبیر بن العوام ؓ اور سعد بن ابی وقاص ؓ مصر میں رہے۔ حمص (شام) میں اہل بدر میں سے ستر افراد آئے۔ اور عراق میں عبداللہ بن مسعود ؓ، حذیفہ بن الیمان ؓ اور عمران بن الحصین ؓ کے علاوہ امیر المؤمنین علی ؓ بھی رہے ہیں۔ ان جلیل القدر اصحاب کرام ؓ نے کبھی مغرب وعشاء اکٹھے نہیں پڑھی۔"

(۲) الولید بن مسلم الدمشقیؒ کے سوال پر عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعیؒ نے کہا: اہل مدینہ بارش کی رات مغرب وعشاء کو جمع کرتے ہیں، لیکن ہماری جانب (شام میں) ہر نماز بروقت ادا کی جاتی ہے۔

(۳) الولید کہتا ہے کہ مجھے اللیث بن سعدؒ اور سعید بن عبدالعزیز الدمشقیؒ نے بھی یہی جواب دیا۔ [الأوسط ۲/ ٤٣٢]

[مجلة الفرقان ٣٧٨ "وقفات مع حكم جمع الصلاة بعذر المطر" لخالد بن صالح بحواله: أعلام الموقعين ٣/ ٨٣]

امام مالکؒ: بارش کی رات جمع مسجد نبوی میں اس کی فضیلت کی وجہ سے درست ہے۔ [نقل عنه زياد بن عبدالرحمن، المنتقى شرح الموطأ] غالباً عمل اہل مدینہ کی حجیت کے پیش نظر آپؒ نے لیثؒ کے اعتراض کا یہ جواب دیا ہے۔ حالانکہ لیثؒ کا بیان مسجد اقصیٰ میں جمع کی نفی کو لازم کرتا ہے۔ اگر مسجد حرام میں بھی یہ جمع ثابت نہیں ہوتا تو یہ جواب محل نظر ہوگا۔ واللہ أعلم

دوران بارش نماز کی رعایت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

{1} ألا صلوا في الرحال! (دورانِ سفر)

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ: ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے، بارش ہوئی تو ارشاد فرمایا "**لیصل من شاء منکم فی رحلہ**" "جو کوئی چاہے اپنے ٹھکانے پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔" [**مسلم** صلاۃ المسافرین ٥/ ٢٠٦]

(۲) أبو المليح عن أبيه (أسامة بن عمير الهذلي رضی اللہ عنہ): غزوہ حنین کے دن بارش ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے مؤذن کو "**الصلاۃ فی الرحال**" کہنے کا حکم دیا۔ [**أبو داؤد** الصلاۃ باب الجمعة في اليوم المطير، **النسائي** الإمامة باب العذر في ترك الجماعة ٢/ ١١٠] اس بارش سے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگے۔ [ابو داؤد ١/ ٦٤١، ابن ماجہ ١/ ٣٠٢]

(۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ضجنان میں سرد ہوا والی رات میں اذان کے آخر میں کہا: "**ألا صلوا في رحالكم، ألا صلوا في الرحال**" پھر بتایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی دورانِ سفر سرد یا بارش والی رات مؤذن کو یہی حکم دیتے تھے۔" [**مسلم** صلاۃ المسافرین ح ٢٤٠٢٣، **أبو داؤد** الصلاۃ باب التخلف عن الجماعة في الليلة الباردة ١/ ٤٦٢، **الدارمي** الصلاۃ باب الرخصة في ترك الجماعة إذا كان مطر في سفر ١/ ٣٢٨]

الخطابي: ضجنان مکہ سے 12 یا 25 میل دور ہے۔ [معالم ١/ ٦٤١] نووی: 1 ڈاک (12 میل) پر ہے۔ [المنہاج ٥/ ٢٠٦]

{2} کیا حالت قیام میں بھی "الصلاۃ فی الرحال" ثابت ہے؟

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک کیچڑ والے دن جمعہ پڑھائی تو مؤذن کو "**حي على الصلاۃ**" کی جگہ "**الصلاۃ فی الرحال**" کہنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے (تعجب سے) سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: شاید آپ لوگوں کو یہ نامانوس لگا، یقیناً مجھ سے افضل ہستی (ﷺ) نے بھی ایسا کیا ہے۔ **بلاشبہ جمعہ ضروری ہے،** لیکن مجھے تمہیں مشقت میں ڈالنا گوارا نہ ہوا۔ [**بخاری** الأذان هل يصلي الامام بمن حضر وهل يخطب يوم الجمعة في المطر ٢/ ١٨٤، **مسلم** صلاۃ المسافرین ٥/ ٢٠٦] گارے اور پھسلن میں چلنا پڑتا۔ [**مسلم** ٥/ ٢٠٦] کیچڑ اور بارش میں چلتے۔ [أبو داؤد ح ١٠٦٦]

مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ [ارواء الغليل ٣/ ٦٠-٦١] پس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حالت قیام کا استدلال ہو سکتا ہے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے کہا "**إنها عزمة**" بیشک جمعہ لازم ہے۔ لیکن حرج کی وجہ سے گھروں میں (ظہر) پڑھنے کی اجازت ہے۔

(۲) محمد بن اسحاق عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ: مؤذن نبوی نے مدینہ میں بارش والی رات اور صبح کی اذان میں "**ألا صلوا في الرحال**" کہا۔ [أبو داؤد ح ١٠٦٤] ابوداودؒ: یحیٰ بن سعید الانصاریؒ نے القاسمؒ (بن محمد بن ابی بکر) کی وساطت سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے جس میں سفر کا ذکر ہے۔ [١/ ٦٤٣] پس یہ محفوظ اور ابن اسحاق کی روایت شاذ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) ترمذیؒ: اہل علم نے بارش اور گارے کی حالت میں جماعت اور جمعہ چھوڑنے (گھروں میں نماز پڑھنے) کی اجازت دی ہے۔ اور یہ احمدؒ و اسحاقؒ کا بھی قول ہے۔[۲/ ۲٦۳] (یعنی سفر کی شرط نہیں لگائی ہے۔) واللہ أعلم

امام مالکؒ کے نزدیک بارش وغیرہ کی صورت میں بھی جمعہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے۔[فتح الباری ۲/ ٤٤٦]

(۴) مالک عن نافعؒ: ابن عمرؓ نے ٹھنڈک اور ہوا والی رات اذان دے کر "ألا صلوا فی الرحال" کہا پھر بتایا کہ رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام سردی اور بارش والی رات مؤذن کو "ألا صلوا فی الرحال" کہنے کا حکم فرماتے تھے۔

[بخاری الاذان باب "الرخصة فی المطر والعلة أن یصلی فی رحله" ۲/۱۸٤، مسلم صلاة المسافرین ح۲۲، أبو داؤد باب "التخلف عن الجماعة فی اللیلة الباردة" ۱/ ٦٤١، نسائی الاذان باب "الإذن فی التخلف عن شهود الجماعة فی اللیلة المطیرة" ۲/ ۱۵، ابن ماجه إقامة الصلاة باب "الجماعة فی اللیلة المطیرة" ۱/ ۳۰۲]

اس روایت میں "سفر" کا ذکر نہیں ہے۔ اور امام بخاریؒ، ابوداودؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ سب کے عنوان باب میں بھی "سفر" کی شرط نہیں آئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سفر کے بغیر بھی ترکِ جماعت کا استدلال کیا ہے۔ اگر یہ اصلاً ضجنان والا واقعہ ہو تو حالت قیام میں اس سے استدلال ممکن نہیں۔

(۵) ابو الملیحؒ: میں بارش والی رات (نماز کے لیے مسجد میں) جا کر لوٹا اور دروازہ کھولنے کو کہا تو میرے والد (اسامہ بن عمیرؓ) نے بتایا: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ میں تھے، اتنی بارش ہوئی جس سے جوتوں کے تلوے بھی نہ بھیگے پھر بھی مؤذن نبوی نے "ألا صلوا فی رحالکم" پکارا تھا۔[ابن ماجه اقامة باب ۳۵ ح: ۹۳٦] یعنی ابو الملیحؒ مسجد میں باجماعت نماز پڑھ کر لوٹا، اسامہؓ نے اپنے گھر پر نماز ادا کی اور سفر والے واقعے سے حالت قیام میں استدلال کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ بارش وغیرہ کی مشقت میں باقاعدہ اذان دے کر مسجد میں جماعت قائم ہونا چاہیے، جس میں مسجد کے قریبی اور باہمت لوگوں کو حاضر ہونا چاہیے اور مشقت محسوس کرنے والے اپنے گھروں میں بروقت نماز ادا کریں۔ واللہ أعلم

فائدہ: حدیث ابن عباسؓ میں "حی علی الصلاۃ" کی جگہ "ألا صلوا فی الرحال" کہنے کا ذکر ہے اور حدیث ابن عمرؓ میں اذان کے آخر میں۔ اور یہ دونوں متفق علیہ بھی ہیں۔

اس مسئلے میں راقم کی تطبیق یہ ہے کہ قرب وجوار والے جماعت پر حاضر ہو سکتے ہوں تو حدیث ابن عمرؓ کے مطابق اذان کے آخر میں "ألا صلوا فی الرحال" کہا جائے۔ اور اگر بعض لوگوں کا بھی مسجد تک پہنچنا دشوار ہو تو حدیث ابن عباسؓ کے مطابق "حی علی الصلاۃ" کی جگہ ہی "ألا صلوا فی الرحال" کہا جائے۔ واللہ أعلم

© rasailojaraid.com